آئے، لیکن فروری 2011ء کے محدث کے ص 9 پر آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''پاکستان کی تاریخ میں اس قانون کی تاریخ نفاذ 1992ء سے اب تک توہین رسالت کے 986 کیس درج ہوئے ہیں۔'' یہ بات بھی وضاحت طلب ہے کہ کل 986 کیس 1986ء تا 2009ء درج ہوئے ہیں یا 1992ء سے اب تک (یعنی جنوری 2011ء تک)؟

روزنامہ 'ایکسپریس' لاہور مؤرخہ 15 جنوری میں کالم نگار عباس اطہر صاحب کے کالم بعنوان 'دنیا ایسی نہیں ہوتی!' میں لکھا ہے:

> ''1927ء سے لے کر 1986ء تک 295 کا صرف ایک مقدمہ درج ہوا تھا۔ 1986ء سے اب تک 1200 سے زائد مقدمات کا اندراج ہو چکا ہے جن میں سے 1050 سے زائد پنجاب کے حصے میں آئے۔ اب تک 38 افراد قتل ہو چکے ہیں جن میں 15 مسلمان، 16 کرسچن، 5 احمدی اور 2 ہندو ہیں۔ عدالتیں 80 سے زائد ملزموں کو بری کر چکی ہیں۔''

ظاہر ہے کہ آپ کے دیئے ہوئے اور عباس اطہر صاحب کے دیئے ہوئے اعداد و شمار میں بہت فرق ہے۔ براہِ مہربانی اس فرق کی وضاحت فرما کر شکر گزار فرمائیں۔

آپ کا خیر اندیش [محمد اکرم راٹھور، مینیجر بزم طلوعِ اسلام، لاہور]

جوابی وضاحت : مراسلہ نگار نے پہلا سوال یہ کیا ہے کہ 986 میں سے 479 کا تعلق مسلمانوں سے اور 119 کا تعلق عیسائیوں سے تھا تو باقی 388 کیسز کا تعلق کن سے تھا؟

1) آپ کی خدمت میں اعداد و شمار کی مزید وضاحت کے لئے 'نیشنل کمیشن برائے انصاف و امن' کی باقاعدہ رپورٹ کا متعلقہ متن پیش خدمت ہے:

> ''1986ء سے ۲۰۰۹ء تک اس قانون کے حوالے سے پاکستان میں کل ۹۶۴ مقدمات زیر سماعت آئے جن میں ۴۷۹ کا تعلق مسلمانوں، ۳۴۰ کا احمدیوں سے، ۱۱۹ کا عیسائیوں سے، ۱۴ کا ہندوؤں سے اور ۱۲ کا دیگر مسالک کے پیروکاروں سے تھا۔ ان تمام مقدمات میں سے کسی ایک میں بھی اس قانون کے تحت عملاً کسی کو سزائے موت نہیں دی گئی۔''

2) عباس اطہر کے حوالے سے آپ کا سوال ہے کہ 1927ء سے 1986ء تک 295 کا صرف ایک ہی مقدمہ درج ہوا تھا۔ اب اتنے زیادہ مقدمات کیوں کر ہیں؟

ظاہر ہے کہ جب 295 بی اور سی کا قانون ہی موجود نہ تھا اور عوام الناس اس قانون کا

مطالبہ کر رہے تھے، دوسری طرف اس دوران کئی ایک واقعات گواہ ہیں کہ اس عرصہ میں کئی بار اہانتِ رسول کا ارتکاب کیا جاتا رہا تھا، تو معلوم ہوتا ہے کہ عوام توہین رسالت کا مقدمہ قانون نہ ہونے کے سبب یا تو درج نہ کرا سکتے تھے یا قانون پر عدم اعتماد اور اس کے ناکافی کے سبب درج کرانے کو فضول امر سمجھتے تھے۔

3) جہاں تک عباس اطہر اور راقم کے دیے ہوئے اعداد و شمار میں فرق کا تعلق ہے کہ میں نے 986 کیسز [درست تعداد 964] ذکر کئے ہیں اور عباس اطہر نے 1200 سے زائد کیسز کا تذکرہ کیا ہے، دونوں میں فرق کیوں ہے؟

تو راقم کی معلومات کا انحصار پاکستان میں عیسائی حقوق کے لئے کام کرنے والی تنظیم 'نیشنل کمیشن برائے امن وانصاف' کی باضابطہ رپورٹ ہے۔ یاد رہے کہ یہ تنظیم پاکستان کیتھولک چرچ کے بشپ حضرات کے زیر نگرانی 1985ء میں قائم کی گئی اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کو قانونی معاونت مہیا کرنا اس تنظیم کا بنیادی ہدف ہے۔ تنظیم کے بارے مزید تفصیلات انٹرنیٹ پر آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

مسئلہ توہین رسالت کے بارے میں کیسوں کی یہی تعداد حقیقت کے زیادہ قریب ہے، جیسا کہ بی بی سی نے بھی اس تعداد کو 950 کے قریب رپورٹ کیا ہے۔ میرے خیال میں اعداد و شمار میں یہ فرق کوئی بڑی اہمیت نہیں رکھتا، تاہم یہ امر ضرور قابل توجہ ہے کہ کیا پاکستانی عدالتوں نے اس بنا پر کسی ایک مرتکبِ جرم کو قانون کے عین مطابق سزائے موت سنا کر نافذ کی ہے یا نہیں؟ عباس اطہر نے جن 38/افراد کے مقتول ہونے کا ذکر کیا ہے تو واضح رہے کہ یہ عوام کے ماورائے عدالت قتل ہیں۔ یہ امر بہر طور ثابت شدہ ہے کہ دسمبر 2010ء تک 24 سال کے عرصے میں نفاذِ قانون کے بعد کسی کو بھی اس جرم کی بنا پر پاکستان میں سزائے موت نہیں دی گئی۔ اس سے زیادہ اس قانون سازی کے غیر مؤثر ہونے کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

معلوم ہوا ہے کہ پاکستانی تاریخ میں پہلی بار جنوری 2011ء کے پہلے ہفتہ میں لاہور ہائیکورٹ کے جسٹس اعجاز احمد چودھری نے توہین رسالت کے ایک مرتکب کی سزائے موت کو کنفرم کیا ہے، لیکن تاحال اپیل اور نفاذ سزا کے مراحل باقی ہیں۔ اگر کسی قانون کو نافذ ہی نہ کیا جائے تو اس کے اثرات معاشرے پر خاک پڑیں گے، بلکہ اُلٹا مجرموں کی حوصلہ افزائی ہوگی، یہی وجہ کہ پاکستان میں اس نوعیت کے جرائم روز افزوں ہیں۔